

سلسلہ
موعظ حسنہ نمبر ۱

استغفار کے ثمرات

عارف باللہ حضرت مولانا شاہ محمد انصاری صاحب مدظلہ العالی

ناشر

کتب خانہ مظہری

گلشن اقبال، پوسٹ بکس ۱۱۱۸۲

کراچی فون ۳۶۸۱۱۲

استغفار کے ثمرات

۲ محرم الحرام ۱۴۰۸ھ مطابق ۲۶ اگست ۱۹۸۷ء بروز بدھ، بعد نماز مغرب مدینہ منورہ میں جبل احد کے دامن میں مُرشدی و مولائی حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم کادرد انگیز اور ایساں افروز بیان ہوا جس میں بعض اکابر علماء بھی موجود تھے اور اشکبار تھے۔

لہذا ٹیپ سے نقل کر کے افادہ ناظرین کے لئے پیش کیا جا رہا ہے اللہ تعالیٰ شرف قبول عطا فرمائیں اور اُمتِ مسلمہ کے لئے نافع فرمائیں آمین۔ اس رسالہ کو ابتداء تا انتہاء حضرت والا نے خود بھی ملاحظہ فرمایا ہے۔

جامع و مرتب

یچے از خدام حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

الْحَمْدُ لِلَّهِ وَكَفَىٰ وَسَلَامٌ عَلَىٰ عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَىٰ
 اَمَّا بَعْدُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ
 لَزِمَ الْإِسْتِغْفَارَ جَعَلَ اللَّهُ لَهُ مِنْ كُلِّ ضَيْقٍ مَخْرَجًا
 وَمِنْ كُلِّ هَمٍّ فَرَجًا وَرَزَقَهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ (مشکوٰۃ ص ۲۴)

مشکوٰۃ شریف سے ایک حدیث پاک آپ حضرات کو سنائی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس میں بزبان رسالت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خطا کار اور گنہگار بندوں کے لئے ایک عظیم نعمت اور عظیم تدبیر عطا فرمائی ہے کہ اگر تم سے کچھ خطا میں ہوتی رہتی ہیں اور یقیناً کُلُّ بَنِي آدَمَ خَطَّاءٌ تم سب کے سب کثیر الخطاء ہو جیسے کہ اس کی شرح ملا علی قاری نے فرمائی ہے کہ خَطَّاءٌ کے معنی ہیں کثیر الخطاء لیکن کثرتِ خطاء کا علاج کیا ہے؟ کثرتِ خطاء کا علاج کثرتِ استغفار و توبہ ہے جیسا مرض ویسی دوا لہذا فرمایا کہ

كُلُّ بَنِي آدَمَ خَطَّاءٌ وَ خَيْرُ الْخَطَّائِينَ التَّوَّابُونَ (مشکوٰۃ ص ۲۰۴)

بہترین خطا کار وہ ہیں جو کثیر التوبہ ہیں لیکن توبہ کی شرائط کیا ہیں اور توبہ کب قبول ہوتی ہے۔ اس کی تین شرطیں محدثین نے بیان کی ہیں۔

شیخ محی الدین ابو زکریا نوویؒ نے شرح مسلم میں فرمایا کہ توبہ کی قبولیت کی تین شرطیں ہیں۔ (شرح مسلم شریف باب الاموال ج ۲ ص ۲۳۶)

۱: یہ کہ اَنْ يَفْلَحَ عَنِ الْمَعْصِيَةِ اس گناہ سے الگ ہو جائے بعض لوگ بے پردہ عورتوں کو دیکھتے رہتے ہیں اور کہتے ہیں لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ مولانا! ذرا دیکھئے کیا بے پردگی ہے! لاحول بھی پڑھ رہے ہیں اور دیکھتے بھی جا رہے ہیں تو ایسا لاحول خود ان پر لاحول پڑتا ہے۔ فان هذا الاستغفار يحتاج الى الاستغفار ایسا استغفار دوسرے استغفار کا محتاج ہے اس لئے توبہ جب قبول ہوتی ہے کہ اس گناہ سے انسان علیحدہ ہو جائے۔

۲: اور دوسری شرط یہ ہے کہ اَنْ يَسْتَدْمَرَ عَلَيْنَهَا اس گناہ پر ندامت قلب بھی ہو شرمندگی ہو۔ ندامت کی حقیقت تَاءَلَّمَ الْقَلْبُ ہے کہ قلب میں الم پیدا ہو جائے جیسا کہ صحابہ کرامؓ کے بارے میں آپ حضرات جانتے ہیں کہ جب انہیں پتہ

چل گیا کہ اللہ تعالیٰ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے ناراض ہیں تو قرآن پاک اعلان کرتا ہے
 وَصَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ بِعِمَارَتِهَا سَآءَ كَانَاتِهَا ان پر تنگ
 ہو گئی اور وَصَاقَتْ عَلَيْهِمُ أَنْفُسُهُمْ اور وہ اپنی جانوں سے بیزار
 ہو گئے اور یہ محبت کے حقوق میں سے ہے، جس سے زیادہ محبت ہوتی ہے
 اس کی ناراضگی سے ایسا ہی اثر ہونا چاہئے پس اگر گناہ ہو جائے تو اللہ کی ناراضگی
 اور غضب کے ساتھ کوئی چیز اچھی نہ لگے، بال بچے بھی اچھے نہ لگیں، کھانا پینا بھی
 اچھا نہ لگے، مکان بھی اچھا نہ لگے، ساری دنیا اس کی نگاہوں میں تنگ پڑ جائے
 اور اپنی جان سے بیزار ہو جائے جب تک کہ دو رکعت صلوٰۃ توبہ پڑھ کر اشکبار
 آنکھوں سے استغفار و توبہ کر کے اللہ تعالیٰ کو راضی نہ کرے۔ حالت نافرمانی میں
 اور حالت اصرار علی الذنوب میں دنیا کی نعمتوں کو برتنا شرافت عبدیت کے خلاف
 ہے۔ بدایوں کا ایک شاعر تھا جس کو اپنی بیوی سے بہت محبت تھی۔ محبت
 کے حق پر ایک شاعر کا شعر اور ذوق پیش کرتا ہوں وہ ظالم کہتا ہے سے

ہم نے فانی ڈوبتے دیکھی ہے نبض کا نانات

جب مزاج یار کچھ برہم نظر آیا مجھے

یعنی میری بیوی جو ذرا سی ناراض ہو گئی تو مجھے ساری کائنات کی نبض ڈوبتی
 ہوئی نظر آرہی ہے۔ لوجھائی اپنی ہی نبض ڈوبتی ہوئی نہیں معلوم ہونی بلکہ کہتا
 ہے کہ ساری دنیا اند میری نظر آرہی ہے۔ تو معلوم ہوا کہ محبت کے حقوق میں سے
 یہ ہے کہ محبوب کی ناراضگی سے ایسا حال ہو جاوے اور یہ محبت تو مجازی اور
 چند دن کی ہے اور عارضی و فانی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا حق ہم پر کتنا ہے اس کو تو
 ہم بیان بھی نہیں کر سکتے۔ ہماری رگ جان سے بھی وہ قریب تر ہیں۔ ہمارا وجود
 اللہ تعالیٰ کے فضل سے موجود ہوا۔ ہماری دنیا و آخرت کے سارے مسائل اللہ

تعالیٰ سے متعلق ہیں۔ اگر ساری دُنیا ہماری تعریف کرے تو اس تعریف سے ہمارا کچھ بھلا نہ ہوگا جب تک کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن یہ نہ فرمادیں کہ میں تم سے راضی ہو گیا۔ علامہ سید سلیمان ندویؒ کا شعر یاد آیا۔ فرماتے ہیں کہ دنیا میں اگر بہت سے لوگ تمہاری تعریف کریں تو تم اپنی قیمت نہ لگا لینا کیونکہ غلاموں کے قیمت لگانے سے غلام کی قیمت نہیں بڑھتی، غلاموں کی قیمت مالک کی رضا سے بڑھتی ہے۔ لہذا سید سلیمان ندوی فرماتے ہیں سے

ہم ایسے رہے یا کہ ویسے رہے
وہاں دیکھنا ہے کہ کیسے رہے

یہاں ہماری خوب تعریفیں ہو رہی ہیں لیکن وہاں ہماری قیمت کیا ہوگی یہ قیامت کے دن معلوم ہوگا۔ اور ان کا دوسرا شعر بھی سنائے دیتا ہوں کیونکہ عارضی حیات سے بعض وقت آدمی کو دھوکا لگ جاتا ہے۔ فرماتے ہیں سے

حیاتِ دو روزہ کا کیا عیش و عزم
مسنر رہے جیسے تیسے رہے

کیونکہ جسے دُنیا کا عیش حاصل ہو ضروری نہیں ہے کہ اس کے قلب میں بھی عیش ہو۔ مولانا جلال الدین رومی فرماتے ہیں سے

از بروں چوں گور کانسر پر حلل
واندروں قہر خدائے عزوجل

اگر کسی کا فر بادشاہ کی قبر پر سنگِ مرمر لگا دیا جائے اور دنیا بھر کے سلاطین آکر وہاں پھولوں کی چادر چڑھا دیں اور بسینڈ باجے بج جائیں اور فوج کی سلامی ہو لیکن ---

واندروں قہر خدائے عزوجل

قبر کے اندر جو اللہ کا عذاب ہو رہا ہے اس کی تلافی قبر کے اوپر کے سنگ مرمر نہیں کر سکتے اور اوپر کی روشنیاں اور بجلیاں اور دنیا والوں کے سلوٹ اور سلامی کچھ مفید نہیں ہے اس لئے اگر اللہ تعالیٰ کو راضی نہیں کیا چاہے ایئر کنڈیشن میں بیٹھے ہوں بیوی بچے بھی ہوں اور خوب خزانہ ہے ہر وقت ریا لوں کی گنتی ہو رہی ہے اور بینک میں بھی کافی پیسہ جمع ہے لیکن یہ ظاہر کا آرام ہے۔ یہ جسم ایک قبر ہے جسم کے اوپر کا ٹھاٹھاٹ باٹ دل کے ٹھاٹھاٹ باٹ کے لئے ضروری نہیں، ایئر کنڈیشن ہماری کھالوں کو تو ٹھنڈا کر سکتے ہیں مگر دل کی آگ کو نہیں بجھا سکتے۔ اگر اللہ تعالیٰ ناراض ہیں تو جسم لاکھ آرام میں ہو لیکن دل عذاب میں مبتلا رہے گا اور چین نہیں پاسکتا۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں سے

دل گلستاں تھا تو ہر شے سے شیکتی تھی بہار
دل بیاباں کیا ہوا عالم بیاباں ہو گیا

اگر دل میں بہار ہے تو باہر بھی بہار ہے اور اگر دل ویران ہے سارا عالم ویران ہے۔ مولانا جلال الدین رومی فرماتے ہیں سے
آں یکے در کنج مسجد مست و شاد

ایک شخص مسجد کی ٹوٹی ہوئی چٹائی پر مست ہے۔ محبت سے اخلاص سے اللہ کا نام لے رہا ہے۔ اللہ کہنے میں اس کو اتنا مزہ آتا ہے کہ گویا ساری کائنات کی لذت کا کیپسول اس کے دل میں داخل ہو گیا۔ مولانا رومی فرماتے ہیں سے

نام اوچو بر زبانم می رود
ہر بون موز عمل جوئے شود

فرماتے ہیں جب میں اللہ کا نام لیتا ہوں جب میری زبان سے اللہ نکلتا ہے تو میرے بال بال شہد کا دریا ہو جاتے ہیں اور اس کی دلیل دیوان شمس تبریزی

میں دیتے ہیں۔ دیوانِ شمس تبریز کے نام سے جو دیوان لکھا ہے وہ مولانا رومیؒ ہی کا کلام ہے لیکن اپنے شیخ کی طرف منسوب کر دیا۔ فرماتے ہیں سے
اے دل ایس شکر خوشتر یا آنکہ شکر سازد

اے دل یہ چینی زیادہ میٹھی ہے یا چینی کا پیدا کرنے والا زیادہ میٹھا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ گنتوں میں رس نہ پیدا کریں تو سارے گنتے مچھردانی کے ڈنڈوں کے بجاؤ پک جائیں کوئی انہیں پوچھے گا بھی نہیں۔ اور فرماتے ہیں سے
اے دل ایس قمر خوشتر یا آنکہ قمر سازد

یہ چاند زیادہ حسین ہے یا جس نے چاند میں حُسن پیدا فرمایا ہے وہ زیادہ حسین ہے اس لئے اللہ تعالیٰ کی محبت جب اللہ والوں کو مل گئی تو شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے دہلی کی جامع مسجد کے منبر سے سلاطینِ مغلیہ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ اے سلاطینِ مغلیہ! دیکھو ولی اللہ سینہ میں ایک دل رکھتا ہے اور اس دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت کے کچھ جواہرات ہیں۔ بڑے بکس میں ایک چھوٹا صندوقچہ ہوتا ہے اور چھوٹے صندوقچہ کی قیمت سے اس بڑے بکس کی قیمت لگتی ہے اگر بڑے بکس میں رُوئی اور گدڑی اور بچوں کے پیشاب پاخانہ کے کپڑے بھرے ہوئے ہیں تو اس کی کوئی قیمت نہیں۔ اس کی حفاظت بھی نہیں کی جاتی لیکن اگر کسی بڑے بکس میں ایک چھوٹا صندوقچہ ہے جس میں ایک کروڑ کا کوئی موتی رکھا ہوا ہے تو وہاں سنتری اور پہرے دار بھی ہوتا ہے چھوٹے صندوقچہ کی وجہ سے بڑے بکس کی بھی حفاظت کی جاتی ہے۔ لہذا ہمارے قلب میں اگر اللہ تعالیٰ کی محبت، ایمان اور تقویٰ جیسی نعمتیں حاصل ہیں تو ہمارے ظاہر کی بھی حفاظت کی جائے گی۔

آج ہم کو اشکال ہوتا ہے کہ ہم اسرائیل سے کیوں پٹ گئے۔ ہندوستان میں ہمارے ساتھ کیا ہو رہا ہے، دُنیا بھر میں مسلمان کیوں ذلیل ہو رہے ہیں تو

اصل بات یہ ہے کہ ہمارے پاس صرف بڑے بچس ہیں اور پہلے سے بہت شاندار ہیں۔ صحابہؓ کے ظاہر سے ہمارا ظاہر کہیں زیادہ مزین ہے۔ لیکن ان کے باطن میں جو قیمتی موتی تھا آج ہمارے قلوب اس سے خالی ہیں اور آج اسی کی ہیں ضرورت ہے اور وہ کیا ہے؟ تعلق مع اللہ۔ اللہ تعالیٰ کی محبت، خشیت اور تقویٰ ہے۔ اسی کو شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ نے فرمایا تھا ہے

دلے دارم جو اہر پارہ عشق اہت تھویش
کہ دارد زیر گردوں میر سامانے کہ من دارم

اے سلاطینِ منلیہ! ولی اللہ اپنے سینے میں ایک دل رکھتا ہے اس میں اللہ تعالیٰ کی محبت کے کچھ موتی اور جواہرات ہیں۔ آسمان کے نیچے اگر مجھ سے زیادہ کوئی امیر ہو تو سامنے آئے۔ یہ ہیں اللہ والے کہ جب اللہ کی محبت عطا ہو جاتی ہے تو سلاطین کو خاطر میں نہیں لاتے۔ حافظ شیرازیؒ فرماتے ہیں ہے

چو حافظ گشت بے خود کے شمارد
بیک جو مملکت کاؤس و کے را

جب حافظ شیرازی اللہ کے نام سے مست ہوتا ہے اور عرشِ اعظم سے بوٹے قرب آتی ہے

بوٹے آن دلبر چوں پڑاں می شود

جب محبوبِ حقیقی کی خوشبو عرشِ اعظم سے زمین پر آتی ہے تو اولیاء اللہ اور ان کے غلاموں کو کیا ہوتا ہے اس وقت ان کا یہ حال ہوتا ہے۔

ایں زبانہا جملہ حیراں می شود

یعنی زبانیں ہیں عربی، فارسی، ترکی، انگریزی اللہ تعالیٰ کی محبت غیر محدود کی لذت کو یہ زبان مخلوق اور محدود اس کی تعبیر کرنے سے قاصر ہو جاتی ہیں۔ لہذا

حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے

چو حافظ گشت بے خود کے شمارد
بیک جو مملکت کا فوس و کے را

جب حافظ شیرازی اللہ تعالیٰ کی محبت سے مست ہوتا ہے تو کاؤس و کے کی سلطنتوں کو خاطر میں بھی نہیں لاتا اور ایران کی سلطنتوں کو ایک جو کے عوض میں خریدنے کے لئے تیار نہیں۔ شیخ عبدالفتاد درجیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو شاہ سنجر نے لکھا تھا کہ میں آپ کی خانقاہ پر ملک نیمروز وقف کرنا چاہتا ہوں تو آپ نے اس کو لکھ بھیجا ہے

چوں چتر سنجر می رُخ بنحتم سیاہ باد

مگر در دلم بود ہو س ملک سنجر م

مثل شاہ سنجر کی چتر می کے میرا نصیبہ بھی سیاہ ہو جائے اگر تیری سلطنت

کی ہو س ولا لچ مجھے ہو۔ اور فرماتے ہیں ہے

زانکہ کہ یا فتم خبر از ملک نیم شب

جب سے مجھے آدھی رات کی سلطنت مل گئی ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت اور تہجد کا سجدہ نصیب ہو گیا ہے جیسا کہ مولانا زومی فرماتے ہیں کہ ایک سجدہ کی لذت اگر مل جانے تو مثل ابراہیم بن ادہم کے تم بھی سلطنت کو چھوڑ دو گے۔ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى میں اللہ تعالیٰ نے ہی لگوادیا کہ چلتے پھرتے تو سبحان اللہ کہو لیکن سجدہ میں چونکہ انتہائی قرب ہے اور علی قدمی الرحمن تمہارا سر ہے لہذا اب اپنا رشتہ ظاہر کرو کہ ہم تمہارے کیا لگتے ہیں کہو کہ آپ میرے ربا ہیں۔ سبحان ربی الاعلیٰ پاک ہے میرا رب جو بہت اعلیٰ ہے۔ اسی کو شیخ عبدالفتاد درجیلانی فرماتے ہیں ہے

زاغکہ کہ یا فتم خبر از ملک نیم شب
من ملک نیمروز بیک جو نمی خرم

یعنی جب سے مجھے آدھی رات کی سلطنت کی خبر ملی ہے تو تمہاری سلطنت کو میں ایک بجو کے عوض خریدنے کے لئے تیار نہیں۔

حضرت مولانا شاہ فضل رحمن صاحب گنج مراد آبادی نے حضرت تھانوی سے فرمایا تھا کہ میاں اشرف علی! جب میں سجدہ کرتا ہوں تو مجھے اتنا مزہ آتا ہے کہ جیسے اللہ تعالیٰ نے میرا پیار لے لیا اور جب تلاوت کرتا ہوں تو اتنا مزہ خدا مجھے دیتا ہے کہ تمہیں اگر وہ مزہ مل جائے تو کپڑے پھاڑ کر جنگل میں بھاگ جاؤ۔ اور فرمایا کہ جنت میں جب میرے پاس ٹھوریں آئیں گی تو میں ان سے کہوں گا کہ بی! اگر قرآن سننا ہو تو بیٹھو ورنہ اپنا راستہ لو۔

دیکھو ہم لوگ کیا سوچ رہے ہیں اور اہل اللہ کیا سوچتے ہیں ہماری سوچ میں اور ان کی سوچ میں کتنا فرق ہے یہ عاشق ذاتِ حق ہیں۔ ایک سرکاری تنخواہ دار مولوی جو ریاست رام پور سے تنخواہ لیا کرتے تھے شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے حضرت شاہ فضل رحمن صاحب بخاری کا درس دے رہے تھے، درمیان میں ذرا سا موقع ملا تو جلدی سے بول پڑے کہ حضرت نواب رام پور نے کہا ہے کہ اگر آپ ریاست میں آئیں تو میں آپ کو ایک لاکھ روپیہ نذرانہ پیش کروں گا۔ حضرت شاہ صاحب کو بہت رنج ہوا۔ فرمایا کہ ارے مولوی صاحب لاکھ روپے پر ڈالو خاک میں جو بات کہہ رہا ہوں اس کو سنو۔ پھر شاہ صاحب نے یہ شعر پڑھا ہے

جو دل پر ہم اس کا کرم دیکھتے ہیں
تو دل کو بہ از جامِ جم دیکھتے ہیں

یعنی ہم اپنے قلب پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کی جو بارش دیکھتے ہیں تو ہمارا قلب نوابوں کی ریاست اور لاکھوں روپیوں سے بے نیاز ہے کیونکہ نیل بان جس سے دوستی کرتا ہے تو مع ہاتھی کے آتا ہے اس لئے اس کا دروازہ بھی بڑا بنا دیتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ جس کے قلب کو اپنا نور خاص تجلی خاص قرب خاص عطا کرتے ہیں اس کے دل کو بہت بڑا بنا دیتے ہیں۔ مولانا رومیؒ فرماتے ہیں ۛ

ظاہر شس را پیشہ آرد بہ چرخ

باطنش باشد محیط ہفت چرخ

حسی ولی اللہ کا ظاہر تو اتنا کمزور ہو سکتا ہے کہ اگر مچھر کاٹ لے تو ناچنے لگے لیکن اس کا باطن ساتوں آسمان کی گردش کو اپنے اندر لئے ہوئے ہے۔ ڈاکٹر عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک شعر یاد آیا۔ فرماتے ہیں ۛ

جب کبھی وہ ادھر سے گزرے ہیں

کتنے عالم نظر سے گزرے ہیں

اور اسی کو جگر مراد آبادی نے یوں تعبیر کیا ہے ۛ

کبھی کبھی تو اسی ایک مشت خاک کے گرد

طواف کرتے ہوئے ہفت آسمان گزرے

تو میں یہ عرض کر رہا ہوں دوستو! کہ اللہ تعالیٰ کے نام میں لذت اور مٹھاس اس قدر ہے کہ زبان اس کی تعبیر سے قاصر ہے۔ تھانہ بھون میں ایک بزرگ تھے سائیں تو کل شاہ۔ حضرت حکیم الامت تھانویؒ سے کہتے تھے کہ حضرت جی! مجھے اللہ کے نام میں اتنا مزہ آوے ہے کہ میرا منہ میٹھا ہو جاوے ہے (یہ تھانہ بھون کی زبان ہے) پھر فرمایا کہ اللہ کی قسم میرا منہ میٹھا ہو جاوے

ہے۔
 شیخ محی الدین ابوزکریا نووی رحمۃ اللہ علیہ نے حلاوتِ ایمانی کی شرح کرتے ہوئے فرمایا کہ حلاوتِ ایمانی اللہ تعالیٰ ہر اس شخص کو عطا فرماتا ہے جو ان اعمال کو اختیار کرتا ہے جن پر حلاوتِ ایمانی کا وعدہ ہے۔ مثلاً اہل اللہ سے محبت رکھنا، بد نظری سے اپنی حفاظت کرنا وغیرہ یعنی جن اعمال پر حلاوتِ ایمانی کے وعدے وارد ہیں ان سب کے قلب کو اللہ تعالیٰ حلاوتِ ایمانی عطا فرماتے ہیں لیکن بعض لوگوں کو حلاوتِ حسیہ بھی عطا کر دیتے ہیں یعنی ان کے منہ میں بھی مٹھاس محسوس ہو جاتی ہے یہ اللہ تعالیٰ کی عطا ہے جس کو چاہیں عطا فرمائیں لیکن قلب تو ہر ایک کا اس حلاوت کو پا ہی جاتا ہے، قلب کے اندر ایک سکون فوراً ہر ایک کو مل جاتا ہے۔

تو میرے دوستو اور عزیزو! میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ ظاہر کے عیش کی جتنی فکر ہے اس سے زیادہ ہمیں اپنے قلب کو باخدا بنانے کی فکر ہونی چاہیے اگر چین سے رہنا ہے ورنہ ایئر کنڈیشن میں افکار و پریشانی اور مصیبتوں سے دل گرم رہے گا۔ ہزاروں لاکھوں ریالوں میں قلب افکار کے لاتوں اور گھونسوں سے غمزہ، مشوش اور پریشان رہے گا اس لئے کہ ظاہر کا عیش باطن کے عیش کے لئے ضروری نہیں۔ چنانچہ مولانا جلال الدین رومیؒ فرماتے ہیں سے

آں یکے در کنج مسجد مست و شاد
 واں یکے در باغ ترش و نامراد

ایک شخص مسجد میں چٹائی پر مست ہے اور ایک باغ میں ہے چاروں طرف پھول ہیں لیکن نعموں کے کانٹوں سے غمگین و نامراد ہے۔ یہ پھولوں میں رو رہا ہے اور وہ کانٹوں میں ہنس رہا ہے۔ اب کوئی کہے کہ یہ تو اجتماعِ ضدین ہے۔ غم

میں اللہ تعالیٰ کیسے خوش کر دیتا ہے؟ تو میں کہتا ہوں کہ کیوں صاحب! یہ واٹر پروف گھڑیاں جو سوئٹزر لینڈ بنا رہا ہے چاروں طرف پانی ہے مگر پانی اثر کیوں نہیں کر رہا۔ یہ کیوں واٹر پروف ہے اللہ اپنے عاشقوں کے قلب کو بھی غم پروف کر دیتا ہے جس کے دل پر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور نظر عنایت ہوتی ہے ہزاروں غم میں بھی وہ خوش اور بے غم رہتا ہے وہ غم اس کی اصلاح اور تربیت کے لئے ہوتے ہیں اس کی ایمانی ترقیات کے لئے ہوتے ہیں مگر اس وقت بھی وہ اندر اندر مست اور خوش رہتا ہے چاہے وہ رو بھی رہا ہو آنکھیں اشکبار ہوں غم سے مثلاً اپنے بچوں کی بیماری سے یا اپنی بیماری سے مگر اس کے قلب میں پریشانی نہیں گھستی۔ اور اس کی دلیل کیا ہے؟ اس کی دلیل شامی کباب ہے، مرچ والا شامی کباب ایک شخص کھا رہا ہے آنسو بہ رہے ہیں۔ ذرا اس سے کوئی کہہ تو دے کہ میاں آپ کچھ مصیبت میں معلوم ہو رہے ہیں پریشانی کباب چھوڑ دیجئے آپ بلاوجہ رو رہے ہیں آپ نہ کھائیے مجھے دے دیجئے تو وہ کیا کہے گا کہ دل اندر اندر لذت لے رہا ہے میں اندر لذت درآمد کر رہا ہوں یہ مزے داری کے آنسو ہیں یہ غم کے آنسو نہیں ہیں۔ اسی طرح اگر اللہ کو راضی کر لیا جائے ہر نافرمانی چھوڑ دی جائے کیونکہ نافرمانی سے اللہ تعالیٰ کی رحمت دور ہو جاتی ہے، ہر مصیبت خدا سے دور کرتی ہے مصیبت کی خاصیت ہے کہ چھوٹے سے چھوٹا گناہ بھی اللہ سے دور کرتا ہے اور نیکی کی خاصیت ہے کہ چھوٹی سے چھوٹی نیکی بھی اللہ سے قریب کرتی ہے لہذا جتنے گناہ ہیں ان کو زہر سمجھ کر چھوڑ دیا جائے اور صالحین کی صحبت میں رہا جائے اور اللہ کا نام لیا جائے تو اللہ قلب کو غم پروف کر دیتا ہے ایسا شخص دنیا میں ہر وقت مست و شاد رہتا ہے جتنے بھی غم ہیں وہ دل کے باہر ہی باہر رہتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی نظر عنایت جب کسی پر ہوتی ہے اور اللہ چاہتا ہے کہ میں اس بندہ کو خوش رکھوں

تو دنیا کے حوادث اس کو ٹھکیں نہیں کر سکتے۔

اب مولانا جلال الدین رومی کا شعر سنئے وہ فرماتے ہیں سے
گر او خواہد مسین غم شادی شود
عین بندہ پانے آزادی شود

اگر اللہ تعالیٰ فیصلہ کر لے کہ میں اس بندہ کو خوش رکھوں تو غم کی عینیت
مستظلمہ یعنی اصطلاحاً جو عینیت ہے یعنی غم کی ذات کو اللہ تعالیٰ خوشی بنا دیتا ہے۔
(یہ حضرت حکیم الامت کی شرح ہے کلید مثنوی دفتر ششم میں) دنیا والے تو غم کو
بٹانیں گے اور خوشی کے اسباب لائیں گے، آگ کو بٹانیں گے اور پانی لائیں گے
لیکن اللہ تعالیٰ اجتماع ضدین پر قادر ہے وہ آگ کو پانی بنا دیتا ہے اور غم
کی ذات کو خوشی بنا دیتا ہے اور پاؤں کی بیڑی اور قید کو آزادی بنا دیتا ہے۔

چنانچہ سیدنا یوسف علیہ السلام جب قید خانہ میں ڈالے گئے تو انہوں
نے کیا فرمایا رَبِّ السَّجُنِ أَحَبُّ إِلَيَّ اے میرے رب یہ آپ کی راہ کا
قید خانہ ہے آپ کی وجہ سے قید خانہ جارہا ہوں اور جہاں آپ ہوں جنات
کھلتاں جہاں ہو وہ قید خانہ قید خانہ نہیں رہتا وہ مجھے اُحِبُّ ہے۔ اسی کو میں عرض کیا کرتا
ہوں کہ اللہ تعالیٰ ایسے پیارے ہیں اتنے محبوب ہیں کہ جن کی راہ کے قید خانے
اُحِبُّ ہوتے ہیں ان کی راہ کے کھلتاں کیسے ہوں گے۔

دوستو! اگر خدا کی راہ میں نظر کی حفاظت کرنے میں گناہ کے چھوڑنے
میں ایک کانٹا بھی چھب جائے اور دل میں غم پیدا ہو جائے تو واللہ ساری دنیا کے
پھول اگر اس کانٹے کو سلامی پیش کریں تو اللہ تعالیٰ کی راہ کے کانٹوں کی عظمت کا
حق ساری دنیا کے پھول اپنی سلامی سے ادا نہیں کر سکتے۔ خدا کی نافرمانی چھوڑنے
میں جو دل کو غم آیا ہے ساری دنیا کی خوشیاں اگر اسے سلام کریں تو اس غم کی عظمت

کا حق ادا نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے راستہ کا کانشا ہے، خدا کے راستہ کا غم ہے اس کی قیمت کچھ نہ پوچھو، اس کی قیمت انبیاء اور اولیاء کی جانیں سمجھتی ہیں اس لئے وہ ہر حال میں مست و شاد رہتے ہیں کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کو راضی کر لیا اس لئے اللہ تعالیٰ بھی ان کے دل کو ہر وقت خوش رکھتا ہے پریشانی اور غم ان کے دل تک نہیں پہنچ سکتے باہر ہی باہر رہتے ہیں خوشی اور غم دونوں کیسے جمع ہو سکتے ہیں اور کانشوں کے ساتھ دل کیسے مسکرا سکتا ہے اس پر میرا ایک شعر ہے۔

صدمہ و غم میں مرے دل کے تہمت کی مثال
جیسے غنچہ گھرے خاروں میں چنک لیتا ہے

اگر کلیوں کو یہ نعمت مل سکتی ہے کہ وہ کانشوں میں کھل جائیں تو کیا اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اپنے خاص بندوں کے قلوب کو تسلیم و رضا کی برکت سے عین غم کی حالت میں خوش نہیں رکھ سکتا۔ میرا ایک اور شعر ہے۔

اس خنجر تسلیم سے یہ جانِ حزیں بھی
ہر لحظہ شہادت کے مزے ٹوٹ ہی ہے

جس حالت میں اللہ رکھے بندہ کا کام ہے کہ راضی رہے پھر انشاء اللہ تعالیٰ تسلیم و رضا کی برکت سے وہ ہر حال میں خوش رہے گا۔ مجھے اپنا ایک شعر اور یاد آیا ہے

زندگی پر کیف پانی گرچہ دل پر غم رہا
ان کے غم کے فیض سے میں غم میں بھی بے غم رہا

یہ تسلیم و رضا بہت بڑی چیز ہے۔ حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب سے پوچھا تھا کہ بتاؤ اخلاص سے اُونچا کیا مقام

ہے؟ حضرت نے عرض کیا کہ مجھے نہیں معلوم۔ فرمایا کہ تسلیم و رضا۔ اللہ تعالیٰ کی قضا پر راضی رہنا۔ اس تسلیم سے بہت بڑا انعام ملتا ہے۔ علامہ سید سلیمان ندویؒ نے فرمایا ہے

ترے غم کی جو مجھ کو دولت ملے

غم دو جہاں سے فراغت ملے

اللہ تعالیٰ کا غم بڑا ہی لذیذ ہے۔ میاں یہ انبیاء اور اولیاء کا حصہ ہے خدا تعالیٰ اپنے راستے میں آدھی جان لیتا ہے لیکن سینکڑوں جان عطا کرتا ہے۔

نیم جاں بستاند و صد جاں دہد

انچہ دروہمت نیاید آل دہد

اس لئے جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت اور معرفت عطا فرمادی وہ سب گناہ چھوڑ دیتے ہیں۔ جگر مراد آبادی نے شراب چھوڑ دی، داڑھی رکھ لی حالانکہ اتنا پیتا تھا کہ مشاعرہ میں لوگ اٹھا کر لے جاتے تھے خود کہتا ہے کہ

اب ہے روزِ حساب کا دھڑکا

پینے کو تو بے حساب پی لی

لیکن جب اللہ کا خوف آیا توبہ کر لی۔ حضرت حکیم الامت سے جا ملا، دُعا کرائی کہ حضرت دعا کر دیجئے کہ شراب چھوڑ دوں، حج کر آؤں اور داڑھی رکھ لوں داڑھی ایک مشت پوری رکھ لی، شراب چھوڑ دی۔ ڈاکٹروں کے بورڈ نے کہا کہ شراب نہ پی تو مر جاؤ گے۔ کہا کہ مر تو جاؤں گا لیکن اگر شراب پیتا رہا تو کب تک زندہ رہوں گا۔ ڈاکٹروں نے کہا کہ دو چار سال اور گاڑی چل جائے گی فرمایا کہ اللہ کے غضب کے ساتھ جینے سے بہتر ہے کہ جگر اسی وقت شراب چھوڑنے سے مر جائے کیونکہ اس وقت اللہ کی رحمت کے سائے میں جگر کی موت ہوگی اور اگر

پیتا ہوا مروں گا تو اللہ کے غضب کے ساتھ موت آئے گی اس سے بہتر ہے کہ میں ابھی مر جاؤں۔ پھر اللہ کی رحمت سے جگر صاحب خوب جٹے اور خوب اچھی صحت بھی ہو گئی اور سنت کے مطابق داڑھی رکھنے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ نے ان کی زبان سے ایک شعر کہلا دیا تھا ہے

چلو دیکھ آئیں تم ماشہ جگر کا
سنا ہے وہ کافر مسلمان ہوگا

میرٹھ میں ایک بار یہ تانگے میں بیٹھے ہوئے تھے اور تانگے والا ان کا یہ شعر پڑھ رہا تھا اس ظالم کو خبر نہیں تھی کہ جگر آج داڑھی لٹے ہوئے صحیح معنوں میں مسلمان بنا ہوا میرے تانگے میں بیٹھا ہوا ہے۔ جگر اس شعر کو سن کر رونے لگے کہ اللہ آپ نے اپنی عطا سے پہلے ہی یہ شعر کہلا دیا اور نافرمانی اور گناہ سے نجات عطا فرمائی۔

تو میرے دوستو! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ پاجامہ شکنہ سے اوپر کرنا، ایک مشت داڑھی رکھنا، بد نظری کو چھوڑنا، غیبت چھوڑنا، اپنے کو سب سے حقیر سمجھنا یعنی تمام ظاہری و باطنی احکام کو بجالانا ضروری ہے۔ اس سلسلہ میں اہل اللہ کی صحبتوں کا اہتمام ضروری ہے اہل اللہ کی صحبتوں سے یقین منتقل ہوتا ہے۔ صالحین کی صحبت کی اہمیت بخاری و مسلم کی اس روایت سے ظاہر ہے کہ سوا قتل کے مرتکب کو حکم ہوا کہ جاؤ ایک قرۃ صالحہ ہے وہاں تمہاری توبہ قبول ہو جائے گی۔ سبحان اللہ! اللہ والوں کی یرشان ہے کہ جس زمین پر وہ اللہ کو یاد کرے ہیں، سبحان اللہ! اللہ کہتے ہیں، لشکبار آنکھوں سے آنسو گرا دیتے ہیں اس زمین کو خدا یہ عزت دیتا ہے کہ اس بستی میں سوا قتل کرنے والے کی توبہ کی قبولیت کی قید لگ رہی ہے جب کہ اس قادر مطلق، غفار اور توّاب کی طرف سے ہرزہ میں پر یہ مغفرت ممکن تھی لیکن

اپنی عنایات اور رحمتِ خاصہ کے ظہور و نزول کے لئے اللہ تعالیٰ نے اہل اللہ کی سرزمین کو تجویز فرمایا۔ اس سے اللہ والوں کی عظمت اور قیمت کا اندازہ ہوتا ہے۔ علامہ ابن حجر عسقلانیؒ نے فتح الباری شرح بخاری (۶/۵۱۷) میں لکھا ہے کہ صالحین کی بستی کا نام نَصْرہ اور گناہوں والی بستی کا نام کَفْرہ تھا اور وہ شخص صالحین کی اس بستی تک پہنچ بھی نہ سکا کہ راستہ میں موت آگئی فَنَاءَ بِصَدْرِهِ فَخَوَّهَا پس مرتے وقت اپنے سینہ کا رخ اس بستی کی طرف کر دیا اور اس ادا پر اللہ تعالیٰ نے اپنا فضل فرمادیا اور کیسے فضل فرمایا؟

عذاب کے فرشتے کہہ رہے تھے کہ اسے ہم لے جائیں گے کیونکہ اس بستی تک نہیں پہنچا اور رحمت والے فرشتے کہتے تھے کہ یہ تو اس طرف چل دیا تھا موت تو اس کے اختیار میں نہیں تھی لہذا اسے ہم لے جائیں گے۔ اس اختلاف کو دور کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے دوسرا فرشتہ بھیجا اُس نے کہا کہ قَيْسُوا بَيْنَهُمَا دُونِ بَسْتِيں کے فاصلوں کی پیمائش کر لو اور ادھر صالحین کی بستی کو حکم دیا کہ نَقَرِي تُوْتُوْرِي سِي قَرِيْبٍ هُو جاکہ تجھ پر اہل تقرب رہتے ہیں اور گناہوں والی بستی کو فرمایا تَبَاعَدِي تُو دُوْرٍ هُو جاکہ تجھ پر اہل تباعد رہتے ہیں، جو مجھ سے دُور ہیں اور اس کا نام محمدین نے فَضْلٌ فِي صُوْرَةِ عَذْلِ رَكَا ہے (ترتیباً ۵/۱۲۸) یہ فضل بصورتِ عدل ہے یعنی فرشتوں سے تو پیمائش کر رہے ہیں اور کام خود بنا رہے ہیں۔ اس پر مولانا شاہ محمد احمد صاحب دامت برکاتہم کا شعر یاد آیا ہے

حُسن کا انتظام ہوتا ہے

عشق کا یوں ہی نام ہوتا ہے

اللہ تعالیٰ کی رحمت کا انتظام تھا اور نہ وہ بستی دُور تھی سے

عشق کا یوں ہی نام ہوتا ہے

ارے اگر تھوڑا سا ہم ان کا نام لے لیں اور ان کو استغفار کر کے راضی
کر لیں تو مستغفرین بھی متقین کے درجہ میں ہو جائیں گے
إِنَّ الْمُسْتَغْفِرِينَ نُزِّلُوا بِمَنْزِلَةِ الْمُتَّقِينَ۔

استغفار کی جو حدیث میں نے شروع میں پڑھی تھی اب اس کا ترجمہ منٹے:
سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جس نے استغفار کو لازم کر لیا۔ لزوم
بمعنی کثرت کے ہے یعنی جو شخص کثرت سے استغفار کرتا ہے اس کی شرائط کے
ساتھ جس کی دو شرطیں تو بیان ہو گئیں۔۔۔

۱: یہ کہ اس معصیت سے الگ ہو جائے اور

۲: یہ کہ اس گناہ پر قلب میں ندامت پیدا ہو جائے

اور تیسری شرط قبولیتِ توبہ کی محدثین نے یہ لکھی ہے کہ

أَنْ يَعْزِمَ عَزْمًا جَازِمًا أَنْ لَا يَعُودَ إِلَىٰ مِثْلِهَا أَبَدًا (شرح مسلم للنووی ج ۲ ص ۳۴)

پکا عزم کر لے کہ اے خدا اب آئندہ کبھی یہ گناہ نہیں کروں گا اگر شیطان
کان میں کہے کہ تو پھر یہ گناہ کرے گا تو اس کا جواب یہ ہے کہ عزم علی التقویٰ قبولیت
توبہ کے لئے کافی ہے اس عزم کو اللہ کے یہاں قبولیت حاصل ہے بشرطیکہ
اس عزم کو توڑنے کا عزم نہ ہو۔ اگر شکستِ ارادہ کا ارادہ نہیں ہے تو یہ ارادہ اللہ کے
یہاں قبول ہے بس توبہ کے وقت اللہ تعالیٰ کے بھروسہ پر کہہ لیا جائے کہ اے اللہ
میں نے آپ کے بھروسہ پر پکا ارادہ کر لیا کہ اب کبھی یہ گناہ نہیں کروں گا۔ اور اگر
ٹوٹ جائے تو پھر معافی مانگ لیں۔ اللہ کو چھوڑ کر ہم کہاں جا سکتے ہیں؟

حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوبِ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

زچت کر سکے نفس کے پہلوں کو

تویوں ہاتھ پاؤں بھی ڈھیلے نہ ڈالے

ارے اس سے کشتی تو ہے عمر بھر کی
 کبھی وہ دبا لے کبھی تو دبا لے
 جو ناکام ہوتا رہے عسمر بھر بھی
 بہر حال کوشش تو عاشق نہ چھوڑے
 یہ رشتہ محبت کا تا تم ہی رکھے
 جو سو بار ٹوٹے تو سو بار جوڑے

اے گناہ تو نہ چھوڑا اللہ کو چھوڑ دیا۔ ارے اللہ سے تعلق توڑ کر کہاں
 ٹھکانہ ہے۔ کیا کوئی دوسرا خدا ہے ؟

نہ پوچھے سوانیک کاروں کے گر تو
 بکدھر جائے بسندہ گنہگار تیرا

دوستو! گنہگاروں کا بھی اللہ وہی ہے اور نیکوں کا بھی وہی ہے۔ اللہ کو
 چھوڑ کر ہم کہاں جائیں گے اور کوئی ٹھکانہ بھی تو نہیں ہے۔ توبہ و استغفار کا اہتمام
 نہایت ضروری ہے۔ شیطان ایسے وقت دل میں شرمندگی ڈالتا ہے، غلط حیا
 ڈالتا ہے، کہتا ہے تم کس منہ سے توبہ کرتے ہو تمہیں شرم بھی نہیں آتی۔ روزانہ پھر
 وہی حرکت کرتے ہو جس سے توبہ کرتے ہو یہ شرم شرم نہیں ہے۔ حقیقت حیا کیا
 ہے محدثِ عظیم ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقاة شرح مشکوٰۃ (۱۱۱) میں لکھتے ہیں۔

فان حقيقة الحياء ان مولك لا يراك حيث نھاك

تیرا مولیٰ تجھے اپنی منع کی ہوئی حالت میں نہ پائے اپنی نافرمانی کی حالت
 میں خدا ہمیں دن رات دیکھ رہا ہے اور ہم بڑے حیا دار بنتے ہیں توبہ کرتے ہوئے
 حیا آتی ہے اور گناہ کرتے ہوئے حیا نہیں آتی یہ کتنا بڑا شیطانی دھوکہ ہے حالانکہ
 اصلی حیا یہ ہے کہ آدمی نافرمانی سے رُک جائے گناہ کرتے ہوئے شرم آئے۔

بعض لوگ غالب کا یہ شعر پڑھتے ہیں سے
 کعبہ کس منز سے جاؤ گے غالب
 شرم تم کو مگر نہیں آتی

اگر اس شعر پر عمل کرتے تو آج اہل ایمان کعبہ سے محروم ہو جاتے لہذا یہ
 شعروا۔ باب الاصلاح تھا۔ حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب جو شاہ فضل حسنین
 صاحب گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ کے خلیفہ ہیں انہوں نے فرمایا کہ
 احترامیاں! میں نے اس شعر کی اصلاح کر دی ورنہ غالب کا یہ شعر اللہ کی رحمت سے
 ناامید کر کے کعبہ سے محروم کر دیتا۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت سنا دیجئے کیا
 اصلاح فرمائی۔ فرمایا کہ یہ اصلاح کر دی ہے کہ سے

میں اسی منز سے کعبہ جاؤں گا
 شرم کو حناک میں ملاؤں گا
 ان کو رو رو کے میں مناؤں گا
 اپنی بگڑی کو یوں بسناؤں گا

اللہ اللہ! دیکھو اللہ والوں کے شعر میں اور دنیا داروں کے شعر میں کتنا
 فرق ہوتا ہے۔ اگر پھیلی کو دس مرتبہ شکار کر لو لیکن اس کے کان میں کہو کہ کیا پانی میں
 جانے گی یا جاکرے گی تو وہ کیا کہے گی سے

گرچہ درخشکی ہزاراں رنگہاست
 ماہیاں را با بیوست جنگہاست

اے شکاریو! اگرچہ تم نے خشکی میں ہزاروں رنگینیاں پیدا کر دی ہیں مرنڈا
 بھی ہے، شامی کباب بھی ہے، بریانی بھی ہے لیکن یہ سب ہمارے لئے
 موت ہے سے

گرچہ درخشکی ہزاراں رنگہاست
ماہیاں را باہ بوست جنگہاست

یہ - بوست ہمارے لئے مفید نہیں - ہمیں پانی میں ڈال دو وہاں کے طوفان
بھی ہمارے لئے مفید ہیں - مومن کے لئے اللہ کی رضامندی کے ساتھ سب کچھ
خیر ہے، برکت ہے جس حالت میں بھی خدا رکھے، اور اگر اللہ ناراض ہے تو
لاکھوں اسباب عیش میں اس کی رُوح مثل ماہی بے آب کے بے چین رہے گی۔
سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں مَنْ لَزِمَ مَرَّ إِلَّا سَتِغْفَارَ
جو شخص کثرت سے استغفار کرتا رہتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کو راضی کرتا رہتا ہے، گناہ سے جو
تعلق ٹوٹ گیا رو کر گڑ گڑا کر الحاح کر کے اشکبار آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنا تعلق
بندگی کا جوڑتا رہتا ہے، اس کو کیا انعامات ملتے ہیں اس کا بیان آگے آ رہا ہے لیکن
دوستو! پہلے ان آنسوؤں کی قیمت سنو۔ مشکوٰۃ کی روایت ہے

مَا مِنْ عَبْدٍ مُؤْمِنٍ يَخْرُجُ مِنْ عَيْنَيْهِ دُمُوعٌ وَإِنْ كَانَ
مِثْلَ رَأْسِ الذُّبَابِ مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ ثُمَّ يُصِيبُ سِنَانًا
حَرًّا وَجْهَهُ إِلَّا حَرَّمَ اللَّهُ عَلَى النَّارِ (مشکوٰۃ ص ۴۵۸)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ کسی مومن بندہ کی آنکھوں سے آنسو
ندامت کے اور اللہ کے خوف سے نکل آئیں اگرچہ وہ مکھی کے سر کے برابر ہوں تو
اس چہرہ پر اللہ تعالیٰ جہنم کی آگ حرام فرما دیتے ہیں، میں نے اپنے شیخ شاہ عبدالغنی
صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا کہ ہمیشہ اپنے آنسو چہرے پر نکل لیتے تھے اور
فرماتے تھے کہ میں نے حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب کو دیکھا کہ
ہمیشہ آنسوؤں کو اسی طرح چہرے پر نکل لیتے تھے پھر میں نے ایک صحابی رضی اللہ
عنه کی روایت دیکھی کہ میں یہ آنسو چہرہ پر اس لئے ملتا ہوں کہ میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا کہ یہ آنسو جہاں لگ جاتے ہیں دوزخ کی آگ حرام ہو جاتی ہے۔
 حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس پر ایک علمی اشکال یہ ہوتا ہے کہ اگر
 چہرہ پر آنسوئل لئے تو چہرہ تو جنت میں چلا گیا لیکن باقی جسم کا کیا ہوگا؟
 پھر حضرت نے اس کو سمجھانے کے لئے ایک واقعہ بیان کیا کہ بادشاہ عالمگیر
 رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں کسی ریاست کا ایک راجہ تھا وہ مر گیا اس کے لڑکے کے
 جو چچا وغیرہ تھے وہ اس کی ریاست پر قبضہ کرنا چاہتے تھے اور اس کو محروم کرنا چاہتے
 تھے وزیروں نے اس کے باپ کا نمک کھایا تھا اس کو سکھلایا کہ بیٹا دہلی چلو، ہم
 عالمگیر سے سفارش کر دیں گے تم بچہ ہو بادشاہ رحم کر دے گا اور تمہیں تمہارے
 باپ کی گدی دے دے گا اور دو وزیر اس کو راستہ بھر پڑھاتے رہے کہ بادشاہ
 یہ پوچھے تو یہ کہنا اور یہ پوچھے تو یہ کہنا۔ پھر جب دہلی کا قلعہ قریب آیا تو لڑکے نے
 کہا کہ آپ لوگوں نے جو پڑھایا ہے اگر بادشاہ نے اس کے علاوہ کوئی دوسرا سوال
 کر لیا تو کیا جواب دوں گا۔ تب دونوں وزیر ہنسے اور کہا کہ یہ لڑکا بہت چالاک
 ہے یہ خود ہی جواب دے لے گا۔ اس کی رہبری کی ضرورت نہیں۔ عالمگیر جڑ بٹھلیہ
 حوض پر نہا رہے تھے کہ یہ لڑکا پہنچا اور اس نے سلام کیا اور کہا کہ حضور! میں کچھ
 درخواست کرنا چاہتا ہوں۔ درخواست سن کر عالمگیر نے اس کے دونوں ہاتھوں
 کو پکڑا اور کہا کہ میں تجھ کو اس پانی میں ڈبو دوں۔ لڑکا زور سے تہقہہ لگا کر ہنسا۔ تب
 عالمگیر نے کہا کہ ایسے پاگل کو کیا ریاست ملے گی۔ تجھ کو تو کہنا چاہئے تھا کہ ہمیں
 نہ ڈبوئیے لیکن تو موقع خوف پر ہنس رہا ہے یہ تو پاگلوں کا کام ہے تو کیا ریاست
 سنبھالے گا۔ اس نے کہا کہ حضور پہلے آپ مجھ سے سوال تو کر لیں کہ میں کیوں ہنس
 رہا ہوں۔ پھر جو آپ کا فیصلہ ہو وہ کریں فرمایا کہ اچھا بتاؤ کیوں ہنسے؟ اس نے
 کہا کہ حضور آپ بادشاہ ہیں بادشاہوں کا اقبال بہت بڑا ہوتا ہے اگر میری آنکھی

آپ کے ہاتھ میں ہوتی تو میں نہیں ڈوب سکتا تھا، نہ یہ کہ میرے دونوں بازو آپ کے دونوں ہاتھوں میں ہیں۔ حضرت نے اس واقعہ کو بیان کر کے فرمایا کہ ایک کافر کا بچہ ایک دنیوی بادشاہ کے کرم پر اتنا اعتماد رکھتا ہے پھر اللہ تعالیٰ کے کرم کو کیا قیاس کرتے ہو کہ وہ جس کا چہرہ جنت میں داخل کر دیں تو کیا اس کا جسم دوزخ میں پھینک دیں گے؟ اللہ تعالیٰ کریم ہیں۔ کریم کی تعریف ملا علی قاریؒ نے یہ کی ہے **اَلَّذِي يُعْطِي بِدُونِ اِلَّا سْتِحْقَاقٍ وَالْمِنَّةُ جَوْلًا اِسْتِحْقَاقٍ** عطا کر دے نالائقوں پر فضل کر دے وہ کریم ہے ان کے کرم سے یہ بعید ہے کہ جس کا چہرہ جنت میں داخل کریں گے اس کے جسم کو دوزخ میں ڈال دیں گے۔ (بلا مرقاة ج ۳ ص ۲۱۷)

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں سنا کہ آخری وقت میں **يَا كَرِيْمُ يَا كَرِيْمُ** فرماتے تھے۔

بس ہم سب کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ سے بالکل بے کھشک استغفار و توبہ کریں اور امید رکھیں اور جب آنسو نکل آئیں تو ان کو نل کر چہرہ پر پھیلا لیں اور اگر آنسو نہ نکلیں تو رونے والوں کی شکل بنالیں۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے، یہ تیسرے صحابی ہیں فرماتے ہیں **كُنْتُ ثَالِثَ الْاِسْلَامِ** میں تیسرا مسلمان ہوں اور فرمایا **اَنَا اَوَّلُ مَنْ رَفَى السَّمَّ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ** میں پہلا وہ مسلمان ہوں جس نے اللہ کے راستے میں کافروں کے مقابلہ میں پہلا تیر چلایا سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو **دُعَادِي اَللّٰهِ سَدِّدَ سَمْمَهُ وَ اَجِبَ دَعْوَتَهُ** اے اللہ سعد بن ابی وقاص کے تیر کا نشانہ صحیح کر دے اور ان کی **دُعَاؤں** کو قبول فرما اور یہ بھی فرمایا **اِزْمِرْ يَا سَعْدُ فَاِنَّكَ اَبْنِي وَ اُمَّتِي** اے سعد! تیر چلاؤ میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں۔ (مشکوٰۃ ص ۵۹۶ مکمل فی سما، الرجال)

یہ نعمت صرف دو صحابیوں کو حاصل ہے ایک حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اور ایک ان کو۔ محدثین نے لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دو کے علاوہ کسی کے لئے یہ جملہ نہیں فرمایا اور یہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں؛ احد العشرہ بھی ہیں اور آخر العشرہ بھی ہیں یعنی ان کے انتقال کے بعد تمام عشرہ مبشرہ ختم ہو گیا، وہ روایت کرتے ہیں (ابن ماجہ ص ۳۱۰، ابواب الزهد) **إِذْ بَكَوْا فَإِنْ لَّمْ تَبْكُوا قَتَبَا كَوْا رُؤُو (اللہ کی محبت یا خوف سے) اور اگر روزانہ آئے تو رونے والوں کی شکل بنا لو۔ اور مشکوٰۃ (ص ۱۰۴) کی ایک اور حدیث ہے کہ ایک صحابی نے عرض کیا مَا النَّجَاةُ يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَجَاتٍ كَيْسَ يَلْعَاقُ بِهَا أَمْلِكُ عَلَيْكَ لِسَانَكَ زَبَانَ كَوْابِ لِي رَكْبُو عَيْنِي مُضْرِبَاتِي نَزَكَا لِنِي دُو اور زبان پر اس طرح مال کا نہ حق استعمال کرو جیسے غلام کو قابو میں رکھا جاتا ہے اور فرمایا **وَلَيْسَعَنَّ بَيْنَكَ وَبَيْنَكَ** اور تمہارا گھر تمہارے لئے وسیع ہو جائے یعنی بلا ضرورت گھر سے نہ نکلو اور ادھر ادھر پھرنے کی عادت نہ ڈالو بلکہ اپنے نیک کاموں میں مشغول رہو۔**

ملا علی قارئی اس کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں (مرقاة ج ۹ ص ۱۵)

هُذَا زَمَانُ السُّكُوتِ وَمَلَا زَمَةَ الْبَيُوتِ وَالْقَنَاعَةَ بِالْقُوْتِ
حَتَّى يَمُوتَ یہ زمانہ سکوت کا ہے اور گھروں سے چپکے رہنے کا ہے اور بقدر ضرورت معاش پر قناعت کا ہے یہاں تک کہ موت آجاوے اور آخر میں فرمایا **وَإِنَّكَ عَلَى خَطِيئَتِكَ** اپنی خطاؤں پر روتے رہو۔ معلوم ہوا کہ نجات کا راستہ ہے اپنی خطاؤں پر رونا لیکن اگر روزانہ آئے تو کیونکہ رونا بندہ کا اختیاری فعل نہیں اس لئے اس نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے قربان جائیے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کو متوجہ کرنے کے لئے اپنی امت کو ہدایت فرمادی کہ **فَإِنْ لَّمْ**

تَبْكُوا قَتَبًا كَوًّا كَ اِگر رونا نہ آئے تو رونے والوں کی شکل ہی بنا لو کیونکہ
رونے والوں کی شکل بنا لینا تو ہر شخص کے اختیار میں ہے ۔
بنا کر فقیروں کا ہم بھیس غالب
تماشا ئے اہل کرم دیکھتے ہیں

جب دُنیا کے کریوں کا یہ حال ہے کہ فقیروں کا بھیس بنانے والوں کو بھی
محروم نہیں رکھتے اور یہ کرم ان کا ذاتی نہیں ہے بلکہ اس کریم حقیقی کے خزانہ کرم کی
ایک ذرہ بھیک ہے تو پھر اس سرچشمہ کرم حق تعالیٰ شانہ کی رحمت کا کیا عالم ہوگا !
اس کا تو ہم اندازہ بھی نہیں کر سکتے ۔ پس اگر آنسو نہ نکلیں تو رونے والوں کی شکل
بنا کر پھر اس کریم کے فضل و کرم کا تماشا دیکھیں ۔

اب حدیث شریف کا ترجمہ مکمل کر کے بیان ختم کرتا ہوں ۔

مَنْ لَزِمَ الْاِسْتِغْفَارَ جَعَلَ اللهُ لَهُ مِنْ كُلِّ صَنِيعٍ مَخْرَجًا

جو شخص کثرت سے استغفار کرے گا اللہ تعالیٰ ہر تنگی سے اس کو نجات
دے دیں گے ۔ لوگ پوچھتے ہیں کہ تنگی میں پھنسا ہوا ہوں کیا کروں ۔ اس کا علاج
استغفار ہے وَ مِنْ كُلِّ هَمٍّ فَرَجًا اور ہَمٌّ سے اللہ تعالیٰ اس کو نجات
دیتا ہے اور هَمٌّ کے معنی کیا ہیں ۔ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں (مترجمہ ص ۵۵) ۲۱
الْهَمُّ هُوَ الْغَمُّ الَّذِي يُذِيبُ الْاِنْسَانَ هَمٌّ وَهُوَ غَمٌّ بِهٖ جَوَّالَانُ كُوْغُلًا
دے وَ الْحُزْنَ لَيْسَ كَذٰلِكَ حُزْنٌ سَمٌّ زِيَادَةٌ شَدِيدَةٌ هُوَ هَمٌّ ۔ اللہ
تعالیٰ استغفار کی برکت سے اس کو دفع فرما دیتے ہیں کیونکہ توبہ سے بندہ
حق تعالیٰ کا محبوب ہو جاتا ہے جیسا کہ قرآن پاک میں ارشاد ہے اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ
التَّوَّابِيْنَ اللّٰهُ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کو محبوب رکھتے ہیں اور دنیا میں بھی
کوئی شخص اپنے محبوب دوست کو غم میں نہیں دیکھ سکتا تو حق تعالیٰ شانہ جس

کو اپنا محبوب بنا لیں وہ کیسے غم میں رہ سکتا ہے اور اس حدیث شریف کا
 آخری جُملہ ہے وَرَزَقَهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ اور مستغفرین تائبین
 کو اللہ تعالیٰ ایسی جگہ سے روزی دیتا ہے جہاں سے ان کا گمان بھی نہیں ہوتا۔
 حضرت ملا علی قاریؒ نے اس کی شرح میں لکھا ہے کہ اس حدیث پاک
 میں گنہگاروں کے لئے بڑی تسلی ہے کہ متقین کو نعمتِ تقویٰ پر جو انعامات ملتے
 ہیں رونے والوں کو، توبہ کرنے والوں کو، مستغفرین نادین کو بھی استغفار و توبہ
 پر انہیں انعامات کا وعدہ فرمایا گیا ہے۔ فَتَزِلُّوْا مَنْزِلَةَ الْمُتَّقِيْنَ (مؤتہ ۵: ۱۳۵)
 ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث پاک اس آیت شریفہ سے مقبس ہے
 وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ
 وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ۔ (بحرہ مرتاج ۵: ۱۳۵)

ان آیات کا ترجمہ حضرت حکیم الامت تھانوی نے یہ فرمایا ہے کہ جو شخص
 اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے نجات کی شکل نکال دیتا ہے
 اور اس کو ایسی جگہ سے رزق پہنچاتا ہے جہاں اس کا گمان بھی نہیں ہوتا اور
 کیونکہ ایک شعبہ تقویٰ کا توکل ہے اور اس کی خاصیت یہ ہے کہ (جو شخص اللہ تعالیٰ
 پر توکل کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی اصلاحِ مہیات) کے لئے کافی ہے۔

دوستو! رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے قربان جائیے کہ آپ کی رحمت
 نے یہ گوارا نہ کیا کہ میری امت کے خطا کار بندے محروم رہ جائیں پس مستغفرین
 و تائبین کے لئے بھی ان ہی انعامات کا وعدہ فرمایا جو متقین کو عطا ہوں گے
 اور یہ کیا کم نعمت ہے کہ متقین کے درجہ کو پہنچ جائیں چاہے صفتِ ثانی
 میں رہیں۔

حافظ عبدالولی صاحب بہراپنچی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت حکیم الامتؒ کو لکھا کہ

حضرت میرا حال بہت خراب ہے نہ جانے قیامت کے دن میرا کیا حال ہوگا۔
حضرت نے تحریر فرمایا کہ انشاء اللہ بہت اچھا حال ہوگا۔ اگر کاملین میں نہ اٹھائے
گئے تو انشاء اللہ تائبین میں ضرور اٹھائے جائیں گے اور یہ بھی بڑی نعمت ہے
اور فرمایا کہ یہ ہمارے سلسلہ کی برکت ہے جو لوگ اللہ والوں سے جڑے
رہتے ہیں محروم نہیں رہتے۔

مولانا رومیؒ فرماتے ہیں کہ جو کانٹے پھولوں کے دامن میں اپنا منہ چھپائے
ہوئے ہیں ان کو باغبان گلستاں سے نہیں نکالتا لیکن جو خالص کانٹے ہیں اور پھولوں
سے اعراض کئے ہوئے ان سے مستغنی اور دور ہیں ان کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینک
دیتا ہے۔ فرماتے ہیں سے

آں غارمی گریست کہ اے عیب پوش خلق
شد مستجاب دعوت او گلعدار شد

ایک کانٹا زبان حال سے رو رہا تھا کہ اے مخلوق کے عیب چھپانے
والے خدا! میرا عیب کیسے چھپے گا کہ میں تو کانٹا ہوں۔ اس کی یہ فریاد و گریہ زاری
قبول ہوئی اور حق تعالیٰ کے کرم نے اس کی عیب پوشی اس طرح فرمائی کہ اس پر
پھول اگا دیا جس کی پنکھڑیوں کے دامن میں اس خار نے اپنا منہ چھپا لیا۔ پس
اگر ہم کانٹے ہیں نالائق ہیں تو ہمیں چاہئے کہ اللہ والوں کی صحبت میں رہا کریں۔
اس کی برکت سے انشاء اللہ تعالیٰ اول تو ہم خلعت گل سے نواز دئے جائیں گے
یعنی اللہ والے ہو جائیں گے ورنہ اگر کاملین میں نہ ہوئے تو تائبین میں انشاء اللہ تعالیٰ
ضرور اٹھائے جائیں گے، مثل خار کے محروم نہ رہیں گے۔

اس مضمون کو احقر نے اپنے اشعار میں یوں بیان کیا ہے، شیخ کو
مخاطب کرتے ہوئے

ہیں معلوم ہے تیرے چمن میں خار ہے اختر
مگر خاروں کا پردہ دامن گل سے نہیں بہتر
چھپانا منہ کسی کانٹے کا دامن میں گل تر کے
تعجب کیا چمن خالی نہیں ہے ایسے منظر سے

اہل اللہ کی صحبت کا ادنیٰ فائدہ یہ ہے کہ ان سے تعلق رکھنے والا گناہ پر
قائم نہیں رہتا توفیق تو بہ ہو جاتی ہے اور شقاوت سعادت سے تبدیل ہو جاتی
ہے۔ بخاری کی روایت ہے (۲۵/۹۳۸)

هُمُ الْجَلَسَاءُ لَا يَشْقَى جَلِيسُهُمْ

یعنی یہ ایسے مقبولانِ حق ہیں کہ ان کے پاس بیٹھنے والا محروم اور شقی
نہیں رہ سکتا۔ علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح بخاری فتح الباری (۱۱/۲۱۳)
میں حدیث شریف کے اس جملہ کی یہ تشریح کی ہے

إِنَّ جَلِيسَهُمْ يَنْدَرِجُ مَعَهُمْ فِي جَمِيعِ مَا يَتَفَضَّلُ اللَّهُ
بِهِ عَلَيْهِمْ أَكْرَامًا مَّا لَمْ

اہل اللہ صالحین کی صحبت میں بیٹھنے والا انہیں کے ساتھ درج ہو جاتا
ہے ان تمام نعمتوں میں جو اللہ تعالیٰ اللہ والوں کو عطا فرماتا ہے اور یہ اہل اللہ کا
اکرام ہوتا ہے جیسے معزز مہمان کے ساتھ ان کے ادنیٰ خدام کو بھی وہی اعلیٰ
نعمتیں دی جاتی ہیں جو معزز مہمان کیلئے خاص ہوتی ہیں پس اہل اللہ کے جلیس و
ہمنشین کو بھی ان کی برکت سے اللہ تعالیٰ محروم نہیں فرماتے۔

بس اب دعا کر لیجئے کہ جو کچھ عرض کیا گیا اللہ تعالیٰ اس پر عمل کی توفیق عطا
فرمائے، ہم لوگوں کو دل سے استغفار و توبہ کی توفیق نصیب فرمائے اور ہم سب
کو اللہ تعالیٰ اپنا صحیح اور قوی تعلق نصیب فرمائے اور اے اللہ! صدیقین کا جو

انتہائی مقام ہے جہاں ولایت ختم ہو جاتی ہے اے اللہ آپ کریم ہیں اور ناپلوں پر بھی فضل فرمانے والے ہیں اَنْتَ الْكَرِيْمُ اے اللہ اپنے کریم ہونے کی شان کے مطابق ہم سب کو اولیاء صدیقین کے آخری مقام ولایت جو انتہائے ولایت ہے جہاں پر ولایت ختم ہوتی ہے اے اللہ ہم سب کو وہاں تک پہنچا دیجئے اور اولیاء کے اخلاق ان کا ایمان اور ان کا یقین ہم سب کو نصیب فرما دیجئے۔ ہماری دنیا و آخرت بنا دیجئے، ہماری اور ہمارے بچوں کی ہمارے گھروالوں کی اصلاح فرما دیجئے، تزکیہ نفس فرما دیجئے۔ ہم سب کی دنیا بھی سنوار دیجئے آخرت بھی بنا دیجئے۔

رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ
وَتَوْفَّنَا مَعَ الْاَبْدَارِ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهِ مُحَمَّدٍ وَّآلِهِ
وَصَحْبِهِ اَجْمَعِيْنَ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ ه

توفیقِ توبہ

مولانا محمد مظہر صاحب مجاز بیعت (خلیفہ) حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم

توبہ کرو قبل اس کے کہ توبہ کا دروازہ بند ہو جائے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ غَاْفِرِ الدَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ سَدِيْدِ الْعِقَابِ ذِي الطَّوْلِ
لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَعْفُو عَنِ السَّيِّئَاتِ
وَيَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ وَيَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّٰلِحٰتِ وَيَزِيْدُهُمْ

مَنْ قَضَيْهِ وَالصَّلَاةَ وَالسَّلَامَ عَلَيَّ مَنْ بَشَّرَ الْمُؤْمِنِينَ بِرَحْمَةِ اللَّهِ اِمَّا بَعْدَ
 آج کل اس دُور پر فتن میں ہم لوگ رُومانیات سے کٹ کر مادیات کی طرف
 دوڑ رہے ہیں جس کی بناء پر اعمالِ صالحہ سے غفلت اور گناہوں کی طرف رغبت بڑھتی جا
 رہی ہے لاکھوں افراد ایسے ہیں کہ جو اپنے دعویٰ میں مسلمان ہیں لیکن گناہوں میں
 سر سے پاؤں تک ڈوبے ہوئے ہیں، فسق و فجور میں اس حد تک آگے جا چکے
 ہیں کہ گناہوں کے ترک کرنے اور توبہ و استغفار کا تصور بھی نہیں کرتے۔ اس کے
 بعد ان کے دل میں خیالات ایسے پیدا ہوتے ہیں کہ اب ہماری توبہ ہی کیا قبول
 ہوگی؟ حالانکہ حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے وَهُوَ الَّذِي يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ
 وَيَعْفُو عَنِ السَّيِّئَاتِ وہ ایسا مالک ہے کہ اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے
 اور تمام گناہوں کو معاف فرمادیتا ہے، اللہ تعالیٰ کی ذات سب سے زیادہ رحیم و کریم
 ہے وہ ارحم الراحمین ہیں اس کی رحمت سے کبھی ناامید نہ ہوں، برابر توبہ کا اہتمام کرتے
 رہیں، گناہ ہو جائے پھر فوراً توبہ کریں۔ مولانا شاہ وصی اللہ صاحب یہ شعر پڑھا کرتے تھے
 ہم نے طے کیں اس طرح سے منسز لیں

گر پڑھے ، گر کر اُٹھے ، اُٹھ کر چلے

صفا کی مغفرت تو اعمالِ صالحہ سے بھی ہو سکتی ہے لیکن کبائر کی مغفرت
 مشروط ہے توبہ کے ساتھ۔ یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ مغفرت کی خوش خبری سن کر
 گھٹنا ہوں پر جرات کرنا اس خیال سے کہ مرنے سے قبل توبہ کر لیں گے بہت بڑی
 حماقت، نادانی، بے وقوفی ہے کیونکہ آئندہ کا حال کسی کو معلوم نہیں کہ کب نزع کا عالم
 نظاری ہو جائے اور توبہ کا دروازہ بند ہو جائے۔ معنی اعظم پاکستان حضرت مولانا محمد شفیع کاشمیری

ظالم ابھی ہے فرصتِ توبہ ، نہ دیر کر

وہ بھی گرا نہیں جو گرا پھر سنبھل گیا

حدیث مبارک (ترمذی ۲۵۲۷، ابوبسنہ اقیانہ) میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے
 اَلْكَفَى مَنْ دَانَ نَفْسَهُ وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ وَالْعَاجِزُ مَنْ اتَّبَعَ نَفْسَهُ
 هَوَاهَا وَتَمَتَّى عَلَى اللَّهِ - عقلمندی کی سند دربار رسالت سے اس شخص کو عطا
 ہو رہی ہے جس نے اپنے نفس کا حکم نہیں مانا اور مابعد الموت کے لئے عمل کیا اور
 بیوقوف وہ ہے جو اپنے نفس کو اس کی خواہشوں کے پیچھے لگائے رکھے اور اللہ
 تعالیٰ سے لمبی لمبی امیدیں لگائے رکھے، جتنے بھی گناہ ہوں سب توبہ کرنے سے
 معاف ہو سکتے ہیں۔ ترمذی شریف ابواب الدعوات میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
 سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ قَالَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى
 يَا ابْنَ آدَمَ إِنَّكَ مَا دَعَوْتَنِي وَرَجَوْتَنِي عَفَرْتُ لَكَ عَلَى مَا كَانَ فِيكَ وَلَا
 أَبَالِي يَا ابْنَ آدَمَ لَوْ بَلَغَتْ ذُنُوبُكَ عَنَانَ السَّمَاءِ ثُمَّ اسْتَغْفَرْتَنِي عَفَرْتُ
 لَكَ وَلَا أَبَالِي يَا ابْنَ آدَمَ لَوْ أَتَيْتَنِي بِقُرَابِ الْأَرْضِ خَطَايَا ثُمَّ لَقِيتَنِي
 لَا تَشْرِكُ بِي شَيْئًا لَا تَيْتِكَ بِقُرَابِهَا مَغْفِرَةً - (۲۵۲۷)

میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے
 فرمایا اے انسان بیشک توجہ تک مجھ سے دعا کرتا رہے گا اور مجھ سے امید
 لگائے رہے گا میں تجھ کو بخشوں گا تیرے گناہ جو بھی ہوں اور میں کچھ پرواہ نہیں
 کرتا ہوں، اے انسان! اگر تیرے گناہ آسمان کے بادلوں تک پہنچ جائیں پھر
 بھی تو مجھ سے مغفرت طلب کرے تو میں تجھے بخش دوں گا اور میں کچھ پرواہ نہیں کرتا
 ہوں، اے انسان اگر تو اتنے گناہ لے کر میرے پاس آئے جس سے ساری زمین بھر
 جائے پھر مجھ سے اس حال میں ملاقات کرے کہ میرے ساتھ کسی چیز کو شریک
 نہ بناتا ہو تو میں اتنی ہی بڑی مغفرت سے تجھ کو نوازوں گا جس سے زمین بھر جائے۔
 (ترمذی، باب الدعوات ۲۵۲۷)۔ یہ حدیث مومن بندوں کیلئے اعلان عام ہے جو

شہنشاہِ حقیقی کی طرف سے نشر کیا گیا ہے، انسانوں سے لغزشیں اور خطائیں ہو جاتی ہیں، احکام کی ادائیگی میں خامی رہ جاتی ہے، موانعت اور پابندی میں فرق آجاتا ہے، چھوٹے بڑے گناہ بندہ اپنی نادانی سے کر بیٹھتا ہے، اللہ پاک نے اپنے بندوں کی مغفرت کے لئے یہ نسخہ تجویز فرمایا ہے کہ عجز و انکساری کے ساتھ بارگاہِ خداوندی میں مضبوط امید رکھتے ہوئے مغفرت کا سوال کرو، دل میں شرمندہ و پشیمان ہو کر ہائے مجھ ذلیل و حقیر سے مولائے کائنات خالق موجودات تبارک و تعالیٰ کے حکم کی خلاف ورزی ہو گئی اور آئندہ کے لئے گناہ نہ کرنے کا پختہ عزم کرے، اس پر اللہ جل شانہ مغفرت فرمادیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ لا اَبائی یعنی بخشنے میں مجھ پر کوئی بوجھ نہیں مجھے کسی قسم کی کوئی پرواہ نہیں ہے نہ بڑے گناہ بخشنے میں کوئی مشکل ہے نہ چھوٹا گناہ معاف کرنے میں کوئی مانع ہے۔

إِنَّ الْكَبَائِرَ فِي الْعُفْرِانِ كَاللَّسَمِ - گناہوں کی کثرت کی دو مثالیں ارشاد فرماتے ہوئے مومنین کو مزید تسلی دی اور فرمایا کہ اگر تیرے گناہ استغفار ہوں کہ ان کو جسم بنایا جائے اور وہ زمین سے آسمان تک پہنچ جائیں اور ساری فضا (آسمان و زمین کے درمیان) کو بھر دیں تب بھی مغفرت مانگنے پر میں مغفرت کر دوں گا اور اگر تیرے گناہ اس قدر ہوں کہ ساری زمین ان سے بھر جائے تب بھی میں بخشنے پر قادر ہوں اور سب کو بخشا ہوں تیرے گناہ زمین کو بھر سکتے ہیں تو میری مغفرت بھی زمین کو بھر سکتی ہے، بلکہ اسکی مغفرت تو بے انتہا ہے آسمان زمین کی وسعت اور ظرفیت اسکے سامنے پتہ در پتہ ہے البتہ کافر و مشرک کی بخشش نہ ہوگی جیسا کہ حدیث شریف کے آخر میں بطور شرط کے فرمایا ہے لَا تُشْرِكْ بِي شَيْئًا اور قرآن شریف میں ارشاد ہے إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ لِمَنْ يُشْرِكْ بِهِ وَ يَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ ۝ بيشك الله نہیں بخشے گا اس کو کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک قرار دیا جائے اور اسکے سوا دوسرے جتنے گناہ ہیں جس کیلئے وہ چاہے گا بخشے گا۔ (سورۃ نساء، ۳) کافر و مشرک کی کبھی بھی مغفرت نہ ہوگی یہ لوگ ہمیشہ زونٹ میں ہیں گئے مومن بندہ سے جتنے بھی گناہ ہو جائیں اللہ کی رحمت اور مغفرت سے کبھی ناامید نہ ہو، تو بہ استغفار میں نکلے، مغفرت کی پختہ امید بانڈھے ہے۔